سے قرب اور دفتری ملازمتوں (WHITE COLLOR JOB) میں محدود کر دیا۔ جو علوم و فنون ہم نے پڑھے اور سیکھے وہی ہمارے برادران وطن نے حاصل کئے۔ لیکن فرق یہ تھا کہ اول تو انھوں نے ان علوم و فنون کو اس طرح ہضم کیا کہ ان میں رامن۔ بوس۔ بھابا اور بھٹناگر پیدا ہوئے اور دوسری جانب انھوں نے اپنی تعلیم کو صرف ایوان حکومت میں کرسیاں حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا۔ بلکہ اس سے تجارت اور صنعت و حرفت میں ترقی کا بھی کام لیا۔ چنانچہ ان میں کاؤس جی، فیروز مہتہ، برلا اور ڈالمیا اور مودی جیسے صنعت کار بھی پیدا ہوئے اس کے برخلاف ہمارا معاملہ یہ ہوا کہ علی گڈھ سے نکلے اور چھوٹی یا بڑی دفتری ملازمت کی کرسی سنبھال کر بیٹھ گئے اور سمجھے کہ زندگی کی معراج یہی ہے۔ علی گڈھ سے ایک طبقہ پیدا ہوا جو ملک کی سیاست اور پالیسی پر اثر انداز ہوا۔ علم و ادب کے میدان میں شہسواری کے جوہر دکھائے۔ اسمبلیوں میں اپنی تقریروں سے ہلچل ڈالدی۔ قانونی موشگافیوں سے عدالتوں میں اپنی دھاک بٹھا دی۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن نوکر شاہی ذہن کے باعث تجارت اور کاروبار کی طرف نہ صرف یہ کہ متوجہ نہیں ہوئے بلکہ ان چیزوں کو اپنے مرتبہ سے فروتر سمجھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ طبقہ کا تجارت اور صنعت سے کوئی تعلق نہ رہا۔ جن لوگوں کا آبائی پیشہ تجارت تھا انھوں نے تجارت کی لیکن یہ لوگ کاروباری سلیقہ خواہ کیسا ہی رکھتے ہوں، جدید تکنک اور جدید طریقوں سے واقف نہیں تھے۔ اس لئے یہ اچھے تاجر تو بن سکے، صنعت کار نہ ہوئے اور ان سب چیزوں کا مجموعی اثر یہ ہوا کہ مسلمان بحیثیت ایک فرقہ کے خوش حال اور متمول نہ ہوسکے۔ سرسید کی طرف سے معذرت کی جاسکتی ہے کہ ان کو جن حالات سے سابقہ پڑا تھا وہ اس درجہ شدید اور صبر آزما تھے کہ سرسید کو ان سب باتوں کا خیال کہاں رہ سکتا تھا لیکن ان کی اس پالیسی سے مسلمانوں کو جو غیر معمولی معاشی اور اقتصادی نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی کے لئے ایک عرصۂ دراز درکار ہے۔

بہرحال جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ اب مسلمانوں کو چاہئے کہ اس خیال کو دماغ سے باہر

نکال پھینکیں کہ سرکاری ملازمت ہی باعزت زندگی بسر کرنے کا ذریعہ ہے حقیقت یہ ہے کہ کسب معاش کا مقصد اگر کوئی قدر اعلیٰ نہیں ہے، بلکہ محض روپیہ کمانا ہے تو ملازمت اس کا بدترین ذریعہ ہے۔ اس کا حاصل کوہ کندن و کاہ برآوردن سے زیادہ نہیں۔ اس موقع پر یاد آیا ۲۸ء و ۲۹ء میں تحریک اصلاح دیوبند کے دنوں میں حضرت الاستاذ مولانا محمد انور شاہ الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اہتمام مدرسہ کی طرف سے جو اذیت پہنچی تھی ایک روز آپ پر اس کا تاثر بہت زیادہ تھا اسی عالم میں میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم ہے! ملازمت کی کیا تعریف ہے؟ میں نے کہا: میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ اس پر فرمایا: اچھا تو سنو! ملازمت کی تعریف ہے: خود را بدستِ غیر فروخت کردن و حیران ماندن" اور اس کے بعد فرمایا: تم نے فقہ کی کتابوں میں ہر قسم کے معاملات کے احکام و مسائل پڑھے ہیں اور ان کے لئے جدا جدا ابواب ہیں۔ لیکن کہیں "کتاب الملازمۃ" بھی نظر سے گذری ہے؟ وجہ یہی ہے کہ ملازمت کا جو تصور اور نوعیت اب ہے وہ فقہاء کے زمانہ میں نہیں تھا۔ ملازمت سے انسان کی خودی فنا ہو جاتی ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے اس سے پرہیز کرنا چاہئے ....

ضروری گذارش :۔ ممبران ادارۂ ندوۃ المصنفین اور برہان کے خریداروں سے گذارش ہے کہ برہان آپ کی خدمت میں برابر پہنچ رہا ہے اور دفتر سے ختم مدت پر یاددہانی کے خطوط بھی برابر ارسال ہوتے ہیں مگر بیشتر حضرات کی طرف سے ان خطوط کے جواب موصول نہیں ہوتے مصارف ڈاک زیادہ ہو جانے کے باعث وی پی روانہ کرنے میں کارکنان ادارہ کو تامل رہتا ہے اس لئے گذارش ہے کہ جیسے ہی جناب کی خدمت میں دفتر سے یاددہانی کے خطوط موصول ہوں فوراً انہیں ممبری یا برہان کا چندہ منی آرڈر سے ارسال فرما دیں اس طرح کارکنان ادارہ وی پی کرنے کی زحمت اور آپ وی پی کے خرچ سے بچ جائیں گے جو کم از کم مبلغ عہ ہوتا ہے　　(منیجر)

خبر رسانی کے موجودہ وسائل
اور
رویت ہلال کا مسئلہ

از مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی

" یہ مقالہ وقت کے ایک نہایت اہم موضوع بحث و گفتگو سے متعلق ہے۔ لائق مقالہ نگار نے اس میں بڑی تحقیق اور بسط و تفصیل سے کام لیا ہے اور حتی الوسع ان تمام پہلوؤں پر کلام کیا ہے جو اس بحث میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم اس سے بالکلیہ متفق ہوں تاہم اس کی اشاعت کا فائدہ یہ ضرور ہوگا کہ جب کبھی علماء کی کوئی ایک جماعت ان امور پر غور کر کے کسی ایک قطعی فیصلہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گی تو وہ اس مقالہ سے بھی استفادہ کر سکے گی۔ " (ادارہ)

" خبر رسانی کے موجودہ وسائل کے ذریعہ رویت ہلال کی اطلاع " کے بارے میں غور و [...] وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کیونکہ اس بارے میں لیت و لعل اور تساہل امت مسلمہ میں انتشارِ رائے و عمل کا سبب بنتا جا رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک عرصے سے یہ مسئلہ علماء کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں متعدد اہم اور قابل قدر رسالے لکھے گئے اور اجتماعات منعقد ہوئے۔ تاکہ علمائے شریعت، بحث و مباحثہ اور تبادلۂ خیالات کے ذریعہ شرعی حکم دریافت کرنے میں متفق الرای ہو کر عوام کی

راہنمائی کریں۔

اسی سلسلہ کا سب سے بڑا اجتماع "جمعیتہ علمار ہند" کے زیر اہتمام (غالباً ۱۹۵۲ء میں) مغربی یوپی کے مشہور شہر مراد آباد میں منعقد ہوا جس میں تمام مراکز علمی و دینی کے نمائندہ علمار کے علاوہ دو متفق علیہ بزرگ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد اور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ رحمہا اللہ بھی شریک ہوئے۔

اس اجتماع نے صرف ریڈیو کی خبر کے بارے میں بحث و تمحیص کے بعد ایک متفقہ فیصلہ کیا۔ جس پر تمام مکاتب فکر کے کم و بیش ساٹھ علمار نے دستخط کئے۔ فیصلہ کا متن یہ ہے:

" اگر ریڈیو کے ذریعہ آنے والی خبر کے متعلق یہ اطمینان ہو جائے کہ جس جگہ سے یہ خبر دی جارہی ہے وہاں کے علمار نے چاند ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا حکم دیا ہے۔ خبر دینے والا بھی معین ہو کہ کوئی مسلم معتمد خبر دیتا ہو۔ تو اس اعلان پر اعتماد کر کے دوسرے مقامات پر بھی چاند ہونے کے حکم پر عمل کیا جانا جائز ہے۔ اور تمام ہندوستان میں شہروں اور قصبوں میں ذمہ دار جماعات اس کے موافق حکم کریں تو اسی پر عمل کیا جائے۔ یہ حکم ہندوستان اور پاکستان کے لئے ہے۔ "

لیکن بدقسمتی سے اس فیصلہ پر عمل کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ اس میں علمار کو مختلف جہات سے علمی اشکالات نظر آنے لگے۔ نیز بہت سی باتیں تشنۂ تفصیل رہ گئیں جن کے بغیر اس پر عمل درآمد نئی نئی الجھنوں کا باعث ہو سکتا تھا۔

اس طرح یہ فیصلہ گو یا عملاً نظر انداز کر دیا گیا۔ مگر موجودہ دور کے تمام ذرائع خبر رسانی ــــ بالخصوص ریڈیو کے بارے میں ایک دو ٹوک اور قابل عمل فیصلہ کی ضرورت تو بہرحال محسوس کی جارہی ہے اور احساس کی شدت بڑھتے بڑھتے اب اضطرار کی حدود چھوتے

گئی ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر بہت دن سے سوچ رہا تھا کہ ۔ اپنی ہیچ میرزی اور بے بضاعتی کے باوجود کتب فقہ وحدیث وغیرہ کی ورق گردانی کرنے کے بعد کچھ خامہ فرسائی کی جائے اور (اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے) اس مسئلہ کے ..... ہر ہر گوشہ کا مکمل علمی جائزہ لے کر حاصلِ سعی و مطالعہ کو اہل علم اور اصحابِ فکر و نظر کے سامنے پیش کیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حقیر کوشش کسی صحیح اور قابلِ عمل فیصلے تک پہنچانے میں معین ہو (وما ذالک علے اللہ بعزیز) یہاں ضمناً اس کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ اکابرِ علماء کا متفقہ فیصلہ (فیصلہ مراد آباد) قابل عمل بن سکے۔ اور اس کے بارے میں پیدا ہونے والے علمی شکوک وشبہات کسی حد تک رفع ہو جائیں۔ ان امور کو پیش نظر رکھ کر سطور ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

ریڈیو

(۱)

ریڈیو کی خبر کا حکم | ریڈیو کے ذریعہ رویتِ ہلال کی خبر نشر ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: پہلی صورت تو وہی ہے (جس کا یہاں عمومی رواج ہے) کہ ریڈیو خبر کے طور پر یہ بات بیان کردے کہ فلاں ..... جگہ چاند ہو گیا۔ یہ اطلاع چاہے ایک جگہ کی رویت کے بارے میں دی جا رہی ہو یا کئی جگہ کی۔ (بشرطیکہ ریڈیو کی یہ اطلاع اس کے اپنے ذرائع پر مبنی ہو) اس صورت میں ریڈیو کی خبر کا اعتبار کر کے اس کی بنیاد پر کسی دوسری جگہ رویت کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ چاہے اس خبر کو نشر کرنے والا کوئی معتمد مسلمان ہی ہو۔ کیوں کہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس نوعیت کی خبر ۔ جس میں یہ بیان کیا جائے کہ "فلاں جگہ لوگوں نے چاند دیکھا" کے بارے میں تصریح کی ہے کہ اگر ایک جماعت بھی اسے بیان کرے تب بھی اس پر اعتماد کر کے کسی دوسری جگہ رویت کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ کتب فقہ میں ہے:۔

لوشهد جماعة ان اهل بلد كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم يرهؤلاء الهلال لايباح لهم فطرغد ولاتترك التراويح هذه الليلة لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم۔

ایک جماعت اگر (کسی جگہ چاند دیکھے جانے کی) گواہی دے کہ اس شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن قبل چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے اور آج ان کے حساب سے ۳۰ تاریخ ہے۔ لیکن اگر یہ گواہی دینے والے خود چاند کو دیکھنے والے نہیں ہیں تو دوسرے شہر کے لوگوں کو اگلے دن عید منانا جائز نہیں اور نہ آج کی رات میں تراویح ترک کرنا درست ہے کیوں کہ اس جماعت نے نہ تو خود چاند دیکھا ہے اور نہ چاند دیکھنے والوں کی شہادت پر شہادت دی ہے (اس لئے اعتبار نہیں)

(فتح القدیر ص ۲۴۳ ج ۱ و عالمگیری ص ۲۱۱ ج ۱، و شامی ص ۹۴ ج ۲ و مجمع الانہر ص ۲۳۹ ج ۱)

مذکورہ جزئیہ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر ایک جماعت بھی (ظاہر ہے مسلمانوں کی جماعت ہی مراد ہے) کسی جگہ رویت ہو جانے کی شہادت دے — جب کہ ان میں سے کسی نے بھی چاند نہ دیکھا ہو اور نہ کسی دیکھنے والے سے نقلِ شہادت کیا ہو۔ تو بھی اس کا اعتبار نہیں (حالانکہ شریعت میں جماعت کا بڑا وزن ہے اور اکثر معاملات میں حجت ہے) تو ریڈیو جس کی صداقت و حجیت کے متعلق بہت سے احتمالات ہیں اور مجالِ سخن موجود ہے — کی خبر کا کس طرح اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی صاف ہوگئی ہے کہ اس .... طرح کی خبریں متعدد مقامات کے ریڈیو اسٹیشن نشر کریں تب بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ استفاضہ کی شان پیدا نہ ہو۔ کیوں کہ ایک ریڈیو کی اطلاع کو ایک خبرِ فرد کی حیثیت دی جاسکتی ہے اس طرح متعدد ریڈیو اسٹیشن کی خبریں زیادہ سے زیادہ ایک جماعت کی خبر کے درجہ میں آجائیں گی۔ اور جماعت کی خبر کے بارے

میں اوپر حکم معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا اعتبار نہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ استفاضۂ خبر کے درجہ تک پہنچ جائے (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

یہاں اس بات کا بھی ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ محکمۂ ریڈیو کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مقامی جامع مسجد کے امام یا شہر کے کسی بڑے عالم سے معلوم کر کے ریڈیو پر نشر کرتا ہے سو اس حالت کے حکم کے بارے میں شامی کی حسب ذیل عبارت سے روشنی ملتی ہے جو کہ علامہ ابن عابدین رحمتہ اللہ نے مذکورہ عبارت (جو اوپر حوالہ کے طور پر نقل کی گئی ہے) کے بعد تحریر فرمائی ہے:۔

وکذا لو شہدوا ...... ان قاضی تلک البلدۃ امر الناس بصوم رمضان لانہ حکایۃ بفعل القاضی ایضاً ولیس بحجۃ بخلاف قضائہ (شامی صفحہ ۹۴ ج ۲)	ایسا ہی حکم ہے (یعنی شہادت مقبول نہیں ہوگی) اگر لوگ گواہی دیں کہ فلاں شہر کے حاکم نے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیدیا ہے کیوں کہ یہ قاضی کے فعل کی گواہی ہے اور یہ حجت نہیں۔

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ اس طرح معلوم کر کے ریڈیو پر نشر کرنا بھی دوسری جگہ فیصلہ کی بنیاد نہیں بن سکتا اور اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو اوپر بیان ہو چکا۔

(۲)

ریڈیو کے "اعلان" پر عمل کیا جا سکتا ہے

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی جگہ علماء پر مشتمل ہلال کمیٹی یا کسی مستند ثقہ عالم نے باقاعدہ شرعی بنیادوں پر رویت کا فیصلہ کیا اور اب اناؤنسر اس فیصلہ کو پوری تفصیل و تفریح کے ساتھ ہلال کمیٹی یا عالم کی جانب منسوب کر کے بحیثیت نمائندہ ریڈیو سے اعلان کے طور پر نشر کرتا ہے تو اس طرح کے اعلان کو حجت سمجھا جائیگا لیکن سننے والوں کی دو قسمیں ہوں گی اور دونوں کے احکام الگ الگ ہوں گے۔ قسم اوّل: اسی شہر یا اس کے مضافات میں رہنے والے لوگ (جہاں ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان نشر ہوا ہے)

ان کے لئے یہ اعلان حجت ہوگا اس لئے یہ اگر رمضان کا چاند ہے تو ان پر روزہ رکھنا واجب ہوگا اور اگر عید کا ہے تو افطار کرنا ۔

یہ امر تو ظاہر ہے کہ ریڈیو ایک نو ایجاد آلہ ہے۔ جس کا صریحی حکم کتبِ فقہ میں نہیں مل سکتا اس لئے اس کا حکم دریافت کرنے کے لئے اسے کسی ایسی چیز پر قیاس کیا جائے گا جو اس سے ملتی جلتی ہو اور اس کا حکم بھی شریعت کے مسلمہ مآخذ میں موجود ہو۔ چنانچہ غور کیا جائے تو اس کا اقرب ترین مشابہ توپ کی آواز، ڈھنڈورچی کے اعلان، قندیلوں کی روشنی اور دیگر علامات کو پایا جائے گا جو زمانہ گذشتہ میں اس موقع پر کام میں لائی جاتی تھیں اور ان کو موجب عمل سمجھا جاتا تھا نیز ان کا حکم فقہائے سلف نے بیان کیا ہے۔

ریڈیو کی خبر کو شہادت کی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔

یہ بات بھی تو ظاہر ہے کہ ریڈیو خبر کو شہادت کی حیثیت نہیں دی جاسکتی کیوں کہ شہادت میں شاہد کا موجود ہونا ضروری ہے اور ریڈیو پر بولنے والا تو سامنے نہیں ہوتا۔ اس طرح کی خبر کو اگر شہادت مانا جائے تو غیبت میں شہادت کا مضحکہ خیز عنوان اختیار کرنا پڑے گا جس کی شریعت میں نظیر نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ عیدین کے چاند کے لئے (اس کو شہادت ماننے کی تقدیر پر) ایک مزید...... شہادت کی ضرورت باقی رہے گی۔

ریڈیو کی اطلاع منادی کے اعلان کی طرح ہے

اس لئے لامحالہ ریڈیو کی خبر کو۔ اگر وہ مذکورہ بالا شرائط کے مطابق ہے۔ ڈھنڈورچی کے اعلان یا میناروں کی روشنی وغیرہ امور کے مشابہ قرار دینے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اسے نمائندگی کی حیثیت حاصل ہو اور یہ اسی وقت حاصل ہوسکے گی جب مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ کیا گیا ہو۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی شخص اگر از خود آگ جلادے یا اعلان کرتا پھرے تو اس کا یہ

لہ اس مسئلہ کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

اعلان ناقابل التفات ہوتا ہے یہ بات اظہر من الشمس ہے:

اب دیکھنا چاہیے کہ فقہاء رحمہم اللہ اپنے اپنے زمانہ کی ان علامات کو کیا حیثیت دیتے ہیں چنانچہ سب سے پہلے متاخرین فقہاء کے سرخیل اور محقق علامہ ابن عابدین شامیؒ کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

چاند ہو جانے کی علامات پر ہی عمل ضروری ہو جاتا ہے

الظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع اوبرؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذالك لغير رمضان بعيد (شامی ص۹۹ ج ۲)

یہ ظاہر ہے کہ اہل قری (دیہات کے رہنے والوں) کو توپ کی آواز سن کر یا (میناروں میں) شہر میں روشن کی جانے والی قندیلوں کی روشنی دیکھ کر (حکم رویت) پر عمل کرنا ضروری ہوگا کیوں کہ یہ واضح علامات ہیں جن سے (چاند ہو جانے کا) غالب گمان حاصل ہو جاتا ہے اور یہی عمل کرنے کے واسطے کافی ہے جیسا کہ فقہاء نے صراحت کی ہے۔ رہا یہ احتمال کہ ہو سکتا ہے (چاند نہ ہوا ہو اور) رمضان کے علاوہ کسی اور غرض سے توپ داغی ہو گئی ہو سو یہ بعید احتمال ہے۔

یہی بات علامہ موصوف بحرالرائق کے حاشیہ میں ذرا زیادہ وضاحت کے ساتھ (بعض گوشوں کے اعتبار سے) تحریر فرماتے ہیں:

العمل بالعلامات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع فى زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها

(رمضان یا عید کے) مہینہ کی آمد کے لئے جو واضح علامات مقرر ہیں ان کے دیکھ لینے کے بعد عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے زمانہ میں توپ کی آواز (جو چاند ہو جانے کی واضح علامت ہے)

ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود (حاشیہ بحر الرائق ص۲۷ جلد دوم)

اس لئے اس کا سننا (چاند دیکھنے کا اعلان ہونے کی بنا پر) موجب حکم ہے (خاص طور پر) ان لوگوں کے لئے جو شہر سے دور ہیں مثلاً دیہات کے لوگ۔ یا وہ لوگ جو شہر میں ہی موجود ہیں لیکن انھوں نے اس سے قبل حاکم کو نہیں دیکھا تھا (یا براہِ راست فیصلہ نہیں سنا)

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوا کہ چونکہ اس طرح کی علامات کے بارے میں بار بار کے تجربہ کے بعد یہ چیز ثابت ہو چکی ہے کہ ہمیشہ رویت کے اعلان ہی کے لئے ان سے کام لیا جاتا ہے اور یہ تجربہ یقین یا ظن غالب (جو اس بارے میں ضروری ہے) کا فائدہ پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے ان کے مقتضیٰ پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ اگرچہ عقلی طور پر اس احتمال کی گنجائش باقی رہتی ہے کہ یہ علامات اسی غرض سے نہیں بلکہ کسی اور غرض سے وجود میں لائی گئی ہوں لیکن یہ احتمال انکے موجب ہونے میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ کیوں کہ بعید احتمال ہے (جیسا کہ حوالۂ مذکورہ میں صراحت ہے)

ریڈیو کا اعلان توپ کی آواز سے زیادہ قابل اعتبار ہے

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی صداقت کا بار بار ہونے والا تجربہ ایک سادہ اور غیر ناطق چیز (توپ وغیرہ علامات) کو موجبِ عمل بنا دیتا ہے تو ریڈیو جو تفصیلات سے آگاہ بھی کر سکتا ہے اور جس کی اطلاع واعلان پر اطمینان توپ کی آواز یا میناروں کی روشنی سے حاصل شدہ اطمینان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قوی ہوتا ہے اور جس کے بارے میں تجربہ کی مدت بھی کافی طویل ہے تو اس کے (مذکورہ شرائط پر مشتمل ہونے کی حالت میں) اعلان پر یقین آجانا یا کم سے کم اس کی صحت کا غلبۂ ظن حاصل ہو جانا بدیہی امر ہے اور اس بارے میں غلبۂ ظن ہی کافی اور حجت سمجھا جاتا ہے جیسا کہ فقہا کے کلام میں مذکور ہے "غلبة الظن حجة موجبة للعمل" شامی ص۹۹ ج ۲) اس لئے ریڈیو کے اعلان پر عمل کرنا خود رائی اور سلف کے طریق سے انحراف نہیں ہوگا بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو (بطریق

دلالۃ النص) ان کی پیروی ہوگی۔

مذکورہ فقہی جزئیہ سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اس طرح کے اعلان کے سلسلہ میں یہ تحقیق بھی فضول ہے کہ اعلان کرنے والا مسلم عادل تھا یا غیر عادل کیوں کہ قندیلوں کو روشن کرنے یا توپ داغنے والے کے بارے میں یہ تفحص کرنا کہ عادل تھا یا غیر عادل، کوئی بھی فقیہ ضروی تو کیا مستحسن بھی قرار نہیں دیتا بلکہ یہ تحقیق ایک لغو بات سمجھی جائے گی نیز تکلیف مالا یطاق ہوگی۔ اسطرح

اعلان کرنیوالے کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے

یہاں سے اخذ کرکے یہ نتیجہ نکالنا آسان ہوجاتا ہے کہ ریڈیو پر اعلان کرنے والے کا عادل ہونا ضروری نہیں۔ علاوہ ازیں کتب فقہ میں صراحت موجود ہے کہ "منادی السلطان" کی خبر مقبول ہوگی چاہے وہ عادل ہو یا غیر عادل جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

خبر منادی السلطان مقبول عدلاً کان او فاسقاً کذا فی جواهر الاخلاطی (عالمگیری مطبع میمنیہ مصر ۳۰۲ ج ۵)	بادشاہ کی طرف سے اعلان کرنے والے کی بات (بہر حال) مانی جائے گی۔ چاہے وہ دین دار ہو یا نہ ہو۔

ہاں البتہ اس کا مسلم ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ

اعلان کرنیوالا مسلمان ہی ہونا چاہیے

لا یقبل قول الکافر فی الدیانات (عالمگیری ۳۰۲ ج ۵)	غیر مسلم کی بات کا دینی معاملات میں اعتبار نہیں ہوگا۔

مسلم اصول ہے جو قرآن مجید کی آیت:-

"لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المومنین سبیلاً" (سورہ نساء آیت ۱۴۲)	اللہ تعالے کافروں کو مسلمانوں پر راہ نہیں دے گا۔

سے ماخوذ ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ منادی کی خبر جو ظاہر ہے کہ خبر واحد ہی ہوتی ہے اس کو یہ حیثیت کیوں کر حاصل ہوگئی کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہوجاتا ہے اور اس سے سرتابی گناہ

کا باعث ہو جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی حکم کے ثبوت کے لئے تو قوی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ثبوتِ رویت تو شہادت یا اور کسی یقینی ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن جب

کسی حکم کے ثبوت کیلئے قطعی دلیل ضروری ہوتی ہے

ثبوت ہو چکا تو اس کی اطلاع و خبر کے لئے ایک معتبر آدمی کا کہہ دینا بھی کافی ہے۔ اس امر کے شریعت میں بہت سے نظائر ملتے ہیں۔ اس لئے یہ بات باتفاقِ علماء تسلیم شدہ ہے۔ چنانچہ امت کے مشہور برگزیدہ عالم ابو بکر الجصاصؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب "احکام القرآن" صفحہ ۱۳۶ میں بیان فرماتے ہیں:

ولا اختلاف فی ان الحکم الثابت بالشہادۃ یجزی فیہ خبر الواحد (احکام القرآن بحوالہ رسالہ برہان)

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو حکم شہادت یا اور کسی یقینی ذریعہ سے ثابت ہو چکا ہو اس (اس کی اطلاع) کیلئے ایک خبر بھی کافی ہے

ثبوت حکم کے بعد ایک شخص کی خبر بھی موجب عمل ہو جاتی ہے

ثبوت حکم کے بعد اس کی اطلاع و خبر کے لئے ایک فرد کا کافی ہونا بہت واضح حقیقت ہے جس سے مجال انکار نہیں۔ اس کی سب سے اہم مثال "خبر واحد" کا حجت ہونا ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے حکم الٰہی کا ثبوت تو امر یقینی ہے۔ لیکن اس کی اطلاع اگر ایک ہی فرد کے ذریعہ ملی ہو تب بھی اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا۔ یہ بات کسی معمولی پڑھے لکھے شخص پر بھی مخفی نہیں ہے۔ اور خبر واحد کی حجیت پر مستقل تصانیف ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "الجامع الصحیح" میں اس بارے میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے اور اس کی متعدد مثالیں پیش کی ہیں۔ یہاں احادیث صحیحہ سے چند مثالیں مختصراً پیش کی جاتی ہیں۔ ۱ شراب کی حرمت کا حکم جب قرآن مجید میں نازل ہوا تو اس کی خبر ایک شخص نے مجمع میں آ کر دی۔ جس جگہ خبر پہنچی وہاں حضرت انسؓ اور ابو طلحہؓ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تشریف فرما تھے اور دور جام چل رہا تھا۔ جب یہ خبر سنی تو فوراً حضرت ابو طلحہؓ نے حضرت انسؓ سے کہا کہ اٹھو اور شراب پھینک دو۔ چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً تمام شراب پھینک دی۔ صاحب کتاب کے الفاظ بھی

پڑھ لیجئے ۔

"فجاءھم آت فقال ان الخمر" قد حرمت فقال ابو طلحۃ رضی اللہ عنہ قم یا انس فھرقھا فھرقتھا ۔ (بخاری جلد ثانی ص ۱۰۲۲)

ایک آنے والے نے کہا کہ اب شراب حرام ہو چکی ہے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے انس اٹھو! اور شراب پھینک دو چنانچہ میں نے پھینک دی ۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ ۔۔۔ دونوں کا بیان ہے کہ ان صاحب کا نام معلوم نہیں ہو سکا "لم اقف علی اسمہ" (فتح الباری ص ۳ جلد ۱۰) لمزید دَ من شئت (عمدۃ القاری ص ۱۵ جلد ۱۰) صحیح مسلم شریف ۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۶۲) میں اس پر یہ اضافہ اور ہے فقال یا انس اریق ھذہ القلال فما راجعوا ولا سألوا عنھا بعد خبر الرجل ۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امتثال امر کے لئے اتنا کافی تھا کہ ایک یقینی ذریعہ سے ثابت شدہ حکم ۔ (قول نبی ص) کو ایک شخص چاہے وہ کوئی بھی ہو مگر ہو معتبر ۔ آکر بتا دے ۔ بس حکم کے معلوم ہو جانے کے بعد (اگر اطمینان ہو جائے تو ۔) مزید کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ۔ اور نہ صرف یہ کہ شراب کا پینا ترک کر دیا گیا بلکہ اس کو پانی کی طرح سڑک پر بہا دیا گیا اور شراب کی معمولی مقدار بھی نہیں بلکہ کئی مٹکے (القلال) اس واقعہ سے مسلم کے مشہور شارح محی الدین نودی رحمۃ اللہ نے یہ اخذ کیا ہے ۔

فیہ العمل بخبر الواحد ۔ وان ھذا کان معروفا عندھم (مسلم شریف ص ۱۶۲ ج ۲)

اور صحیح اخذ کیا کہ صحابہ رض کے یہاں خبر واحد پر عمل کرنا معمول و معروف تھا ۔ اسی لئے مزید تحقیق کی ضرورت عبث سمجھی گئی ۔ یہ واقعہ اس لئے بھی ۔۔ اہم ہے کہ اس میں "اضاعۃ مال" جیسے عمل کے ارتکاب میں خبر واحد کو کافی سمجھا گیا

تحویل قبلہ کی خبر ایک صحابی نے دی | جب تحویل قبلہ کی آیت نازل ہو گئی تو ایک صاحب

جنھوں نے نبی اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ لی تھی۔ ان کا گذر ایک ایسی مسجد کی طرف ہوا جہاں لوگ ابھی نماز پڑھ رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے انھوں نے "اشہد باللہ" کے بعد کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ (کعبۃ اللہ) کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی ہے۔ چنانچہ وہ تمام نمازی یہ خبر سنتے ہی اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں:-

فخرج رجل ممن صلی معہ فمر علی اهل مسجد وهم راكعون فقال اشهد بالله لقد صليت مع رسول الله صلى الله وسلم قبل مكة فداروا كما هم قبل البيت (بخاری شریف ج ۱)

ایک صحابی جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تھی ان کا گذر ایک مسجد کی طرف ہوا جہاں لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے انھوں نے ان لوگوں کو قسم کھا کر "تحویل قبلہ کی اطلاع دی چنانچہ تمام نمازی اسی حالت میں گھوم گئے۔

خبر دینے والے صحابی کا نام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے عباد بن بشر بتایا ہے (فتح الباری ص ۴۲ ج ۱) علامہ عینیؒ نے اگرچہ اصل نام عباد ہی ذکر کیا ہے۔ مگر ان کے والد کے نام میں تین قول بیان کئے ہیں۔ عباد بن وہب۔ عباد بن نہیکؓ۔ عباد بن بشر (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۸۶)

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ قطعی طور پر (وحی کے ذریعہ) ثابت شدہ حکم کی اطلاع جب ایک راہ گذر کے ذریعہ معلوم ہوئی تو صحابہ نے فوراً بلاپس وپیش بحالت نماز ہی اس پر عمل شروع کردیا۔

ان دو مثالوں کے علاوہ اوقاتِ نماز کی اطلاع نیز سحر کا وقت ختم ہونے کی اطلاع اذان کے ذریعہ (عبداللہ ابن ام مکتوم سحر کے ختم پر اذانؔ دیتے تھے) دی جاتی تھی ظاہر

لے دیکھئے مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۶ باب الاذان

ہے۔ موذن صاحب ایک وقت کیلئے ایک ہی ہوتے تھے لیکن سب لوگ بلاچوں وچرا اسے تسلیم کرتے تھے۔ اور اب بھی یہی ہوتا ہے۔

اس بارے میں علامہ ابن رشد اندلسیؒ نے ابوبکر بن المنذرؒ کا بیان ٹھیک ہی نقل کیا ہے فرماتے ہیں:۔

ایک معتبر شخص کی اطلاع پر روزہ رکھنے کا حکم متعلق ہوجاتا ہے

انعقد الاجماع علی وجوب الفطر والامساک عن الاکل بقول واحد (بدایت ص۲۷۵ المجتہد مطبوعہ استقامتہ قاہرہ)

روزہ کھولنے اور رکھنے کے بارے میں ایک شخص کی اطلاع پر عمل کرنا ضروری ہے اس پر .... سب علماء متفق ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ ریڈیو کی اطلاع جو بحیثیتِ اعلان نشر ہوئی تو اس کا اثر محدود کیوں ہے (جیسا کہ شروع میں کہا گیا "اس شہر یا اس کے مضافات کے رہنے والوں کے لئے یہ اعلان حجت ہوگا") سو اس کی بنیاد وہی مقیس علیہ کا حکم ہے۔ یعنی مینا روں کی روشنی

ایک مفتی کا فیصلہ محدود علاقہ میں قابل عمل ہوتا ہے

یا توپ کی آواز جس کا اثر شہر یا مضافات تک محدود رہتا ہے جیسا کہ فقہا کی عبارتوں میں مذکور ہوا۔

"مبلزما اهل القوی"...."كما اهل القوی ونحوه"

رہا یہ سوال کہ فقہا نے ان علامات کے اثر کو محدود کیوں کر دیا عام کیوں نہیں رکھا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ علامتیں گویا نمائندگی کرتی ہیں قاضی یا حاکم شہر کی جب قاضی یا حاکم شہر کا اثر و اختیار انہی حدود کے اندر رہتا ہے جو اس کے لئے متعین کر دیئے گئے ہوں اور ان کے حدود کے باہر رہنے والوں پر نہیں ہوتا اسی طرح اس کی نیابت یا نمائندگی کرنے والی چیزوں کا اثر بھی محدود ہی رہے گا کیوں کہ فرع ہمیشہ اصل کے تابع رہتی ہے۔ یہی وجہ

دائرہ عمل کے باہر قاضی و مفتی کی حیثیت عام فرد کی سی ہوتی ہے

ہے کہ مقررہ حدود کے باہر قاضی کی حیثیت ایک عام آدمی جیسی ہوتی ہے کوئی امتیاز نہیں ہوتا جیسا کہ فتح القدیر

میں ہے (اور مختصراً ہدایہ میں بھی)

لایقبل اخبار (القاضی) قاضیا آخر فی غیر عملہ او غیر عملھما ولو کان علی قضائہ لانہ بالنسبۃ الی العمل الآخر کواحد من الرعایا غیر ان الکتاب خص من ذلک بالاجماع (فتح القدیر ج۵ ص۳۸۹ وہدایہ آخرین ص۱۴۳)

ایک قاضی دوسرے قاضی کو اس کے حدود قضا میں یا دونوں کے دائرہ عمل کے باہر کسی شہر میں اطلاع دے تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ منصب قضا پر فائز ہو کیونکہ دوسرے قاضی کی عمل گاہ میں اس کی حیثیت عام آدمی سے زیادہ نہیں رہا خط کا قبول کرنا سو وہ اجماع اس حکم سے مستثنیٰ ہے

اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر محقق ابن ہمام فرماتے ہیں:-

والقاضی لو اخبر قاضی البلد الآخر بانہ ثبت عندہ بالبینۃ فی الحق فان القاضی فی ہذا القاضی الآخر بغیر العمل بہ لان اخبار القاضی لایثبت حجۃ فی غیر محل ولایتہ فکتابہ اولی ان لایعمل بہ لکنہ جاز باجماع الصحابۃ والتابعین لحاجۃ الناس الی ذلک (فتح القدیر ج۵ ص۴۸۱ وکذا فی التبیین للزیلعی ج۴ ص۱۸۵ ورد المحتار ج۴ ص۴۶۵)

اگر ایک قاضی دوسرے شہر کے قاضی کو خبر دے کہ میں نے بینہ قبول کر کے فلاں شخص کا حق ثابت مان لیا ہے اور یہ شخص دوسرے شہر میں ہے تو اس قاضی کی خبر پر عمل کرنا دوسرے شہر کے قاضی کے لئے جائز نہیں کیونکہ اپنے عمل گاہ کے باہر کوئی خبر بھی حجت نہیں بن سکتی (اس قاعدہ کا تقاضہ ہے کہ) خط کبھی حجت نہ ہونا چاہئے لیکن باجماع صحابہؓ وتابعین خط کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے کیوں کہ اس کی لوگوں کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔

اس سلسلہ میں یہی بات حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے (سابق مفتی دارالعلوم دیوبند وحال مفتی اعظم پاکستان) اپنے فتوی میں تحریر فرمائی ہے مفتی صاحب موصوف کے الفاظ یہ ہیں:-

"اگر مفتی صاحب خود کبھی آکر دوسرے شہر کے قاضی یا مفتی کے پاس اپنا فتوی پیش کر